بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

بنگلہ دیش

(۲)

کہنے کو آج دنیا میں تقریباً تیس مسلم آزاد مملکتیں قائم ہیں۔ لیکن بڑے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ سیرت، سیاست اور معاشرت میں مجموعی اعتبار سے یہ سب اسلام کے لئے باعث ننگ و عار اور مایۂ مذلت اور رسوائی ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں ایک خاص حلقہ کی طرف سے جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں یہ کہا گیا کہ پاکستان کی شکست اسلام کی شکست ہے اور اس شکست سے یہ بات صاف عیاں ہوگئی کہ سیکولرزم اور سائنس کے موجودہ دور ترقی میں اسلام بحیثیت ایک نظام زندگی کے کامیاب ہو ہی نہیں سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج اسلام سے زیادہ مظلوم اور ستم رسیدہ و مجبور دنیا میں کوئی اور مذہب نہیں ہے۔ اور یہ ان لوگوں کا جو اسے نہیں مانتے اس قدر مظلوم نہیں ہے۔ جتنا ان بدقسمت انسانوں کا ہے جو اس کے حلقہ بگوش ارادت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور چیخ چیخ کر اس کا اعلان و مجاہرہ بھی کرتے ہیں لیکن ان کا دل خریدۂ کافری اور ان کا ذہن گرویدۂ افرنگی ہے۔ پھر حیرت ہے لوگ اس کا ماتم کرتے ہیں کہ اسرائیل نے فلاں فلاں عرب ملکوں کی زمین کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا ہے اور اس سے دست بردار نہیں ہوتا۔ اس پر اشک فشانی کرتے ہیں کہ بنگلہ دیش پاکستان سے کٹ کر ایک الگ مستقل اور آزاد مملکت بن گیا لیکن اس پوری مجلس ماتم اور محفل آہ و شیون میں ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آیا جو اس پر غمگین اور اداس ہو کہ یہ مسلم نام کی حکومتیں خود اسلام کو دنیا میں ذلیل و خوار اور بدنام کر رہی ہیں اور ان کا وجود اسلام کے لئے کلنک کا ٹیکہ بن کر رہ گیا ہے

وائے گر در پس امروز بود فردائے

اگر کوئی ایسا حق پرست اور سچا مسلمان ہوتا تو قدرت کے قانونِ فطرت کے مطابق وہ اسرائیل پر لعن طعن کرنے کے بجائے خود ان عربوں کا گلا پکڑ لیتا جن کی بدولت "الھٰکم التکاثر" کی ایک سخت عبرت انگیز مثال ہے۔ اگر کوئی ایسا مومنِ کامل ہوتا تو وہ شیخ مجیب الرحمن اور انڈیا کو برا بھلا کہنے کے بجائے پاکستان گورنمنٹ سے مواخذہ کرتا کہ اسلام دشمنی کا سب سے بڑا ثبوت اپنے عمل سے اس نے بہم پہنچایا ہے

وہ لوگ جو کسی مسلمان ملک اور اس کے عمل کو اور اسلام کو ایک سمجھتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اصل حقیقت یہ نہیں ہے اور اس بنا پر پاکستان کی شکست ہرگز اسلام کی شکست نہیں بلکہ ایک ایسے ملک کی شکست ہے جو عالم وجود میں تو آیا تھا اسلام کے ہی نام پر۔ لیکن یہ ایک نہایت بھیانک اور خطرناک قسم کا فریب اور دھوکہ تھا۔ جو لوگ اس کے داعی اور علمبردار تھے ان کی زندگی میں اور اسلام کی تعلیمات میں ایک ناقابل عبور فاصلہ تھا۔ چنانچہ یہ ساری باتیں اس وقت تک تھیں جب تک ہندوستان کی تقسیم نہیں ہوئی اور پاکستان عالم وجود میں نہیں آیا۔ لیکن جہاں ملک کی تقسیم کا اعلان ہوا "اسلام کا نظام زندگی" "قرآن کی حکومت" وغیرہ ایسے نعرے سب ختم ہو گئے۔ اب عوام کو خوش کرنے کے لئے اسلام کے ظواہر رسوم کو ضرور کچھ جلا بخشی گئی۔ لیکن اس کی اصل اسپرٹ اور اس کی حقیقی روح کو اس ملک سے دیس نکالا دے دیا گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ پاکستان پر جو تباہی آئی وہ اس لئے آئی کہ پاکستان نے عموماً دوسرے مسلم ممالک کی طرح "اسلام کو اپنی زندگی پر کارفرما اور حکمران بنانے سے انکار کر دیا ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا۔ اور اس ملک نے اسلام کے نظام زندگی کو ایمانداری اور خلوص سے اپنایا ہوتا تو آج یہ روزِ بد اس کو ہرگز نہ دیکھنا پڑتا۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس چیز کو اسلامی نظام زندگی یا اسلامی دستورِ حیات کہتے ہیں وہ کوئی فضا میں معلق اور ہوا میں اڑتا ہوا غبارہ نہیں ہے۔ اس

نظام کو قائم اور برپا کرنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ آپ نے زبان سے اعلان فرما دیا۔ جیسا کہ پاکستان کا ہر بے ایمان اور اسلام ناشناس لیڈر اب تک کرتا رہا ہے۔ یا ملک کے دستور میں بنیادی مقاصد کے زیر عنوان۔ عوام کو جل دینے اور ان کی زبانوں کو خاموش کرنے کے لئے۔ ایک دفعہ کا اضافہ بھی فرما دیا گیا کہ "اس ملک کا قانون اسلامی ہو گا" اور سمجھ لیا کہ اسلامی نظام قائم ہو گیا۔ بلکہ درحقیقت اسلامی نظام قائم اس سے ہوتا ہے کہ آپ زبان سے کچھ نہ کہئے اور دستور میں اس قسم کا کوئی بلند بانگ دعوٰی نہ کیجئے۔ لیکن ملک کے عوام جو حکومت کے لیے اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں اور ملک کے ارباب سیاست واقتدار۔ یہ سب فکر و نظر اور عقیدہ و عمل کے اعتبار سے پکے سچے اور مخلص مسلمان ہوں۔ یہ حقیقت کبھی فراموش نہ کرنی چاہئے کہ عمل عمل کم و بیش سب یکساں ہوتے ہیں لیکن کسی عمل کی نوعیت کا تعین عمل کرنیوالے کے اعتقاد کی روشنی میں ہوتا ہے۔ مثلاً غریبوں کی مدد کرنا۔ ایک مظلوم کی فریاد رسی کرنا اور لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آنا۔ یہ تعلیمات اسلام، عیسائیت اور ہندو مذہب سب میں یکساں ہیں۔ لیکن ان پر عمل اگر ایک مسلمان کر رہا ہے اور اپنے مذہب کے احکام کی بجا آوری کے لیے۔ تو اس کا یہ عمل "اسلامی" ہو گا اسی طرح ایک عیسائی کے لیے یہ ایک مسیحی اور ایک ہندو کے لیے ہندوانی عمل ہو گا۔ آپ بیٹے کو اعلیٰ تعلیم اور تربیت دیتے ہیں بس! اب وہ جو کام بھی کرے گا اس شائستگی اور تربیت کا آئینہ دار ہو گا۔ وہ جہاں کہیں اور جس کسی مجلس میں بیٹھے گا اس کا عمل اور کردار اسی فکر و نظر کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہو گا جو اس کو اعلیٰ تعلیم اور تربیت نے بخشے ہیں۔ بعینہٖ یہی حال مذہب کا ہے۔ اگر مذہب کی تعلیمات کسی شخص کے دل و دماغ میں رچی بسی ہیں تو اب سیاست ہو یا معاشرت۔ وہ جس میدان میں بھی کام کرے گا۔ اپنی اسی مذہبی تربیت کی روشنی میں کرے گا۔ اور اس بنا پر یہ کام سیاسی ہو یا کسی اور قسم کا۔ بہرحال مذہبی بھی کہلائے گا۔ پاکستان کی عمارت چونکہ محض نعروں کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی۔ اس لیے بدقسمتی سے اس معاملہ میں بھی یہ کافی سمجھ لیا گیا کہ دستور میں اسلامی نظام کا لفظ آجائے۔ اور اس بات کو کسی نے نہیں دیکھا کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں

سیاست و قیادت کی عنان ہے ان کی زندگی کو اسلام سے کتنا قرب اور کتنا تعلق ہے ؟ اور اگر قرب و تعلق نہیں ہے بلکہ مغربی تہذیب و تمدن کی گرویدگی میں غرق ہیں تو پھر محض اعلانات کر دینے سے کیا ہوتا ہے۔ اگر تربیت صحیح اسلامی ہے تو زبان سے کچھ نہ کہیے تب بھی آپ کا مقصد حاصل ہے اور اگر تربیت ہی صحیح نہیں ہے اور اسلامی فکر و نظر اور اس کے اعتقاد کا ہی وجود نہیں ہے تو ساری دنیا میں ڈھنڈورا پیٹتے پھریے۔ اس سے کچھ نہ ہوگا۔ اور اصل مقصد کبھی حاصل نہ ہوگا۔ یہ اگرچہ بڑی صاف واضح اور کھلی بات ہے لیکن افسوس ہے ان لوگوں کی سمجھ میں کبھی نہیں آئی۔ جو اسلامی نظام سے متعلق اپنے ارادوں اور خواہشات میں مخلص تھے اور اس لیے ان کی کوششوں کا دائرہ بہت بڑی حد تک قوم کی سیرت سازی کے بجائے دستوری جدوجہد تک محدود رہا۔ اسی بنا پر پاکستان کا سب سے بڑا اور بنیادی المیہ یہ ہے کہ وہاں قول و عمل کا تضاد اور صورت و سیرت کے تناقض کو (جو قرآن کے اعلان کے مطابق اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض اور برا ہے) قطعاً کوئی اہمیت نہیں دی گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ زبانوں پر کوئی کمی نہیں تھی لیکن عمل میں دور تک بھی کہیں اسلام کی شکل نظر نہیں آتی تھی۔ میں جب کلکتہ میں تھا۔ وہاں ایک عزیز دوست جو پاکستان گورنمنٹ میں ایک اعلیٰ افسر تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے بڑے فخر کے انداز میں کہا "ہماری کراچی اب پیرس سے کم نہیں ہے"! میں نے فوراً عرض کیا "جناب والا! پاکستان جس مقصد کے لیے بنا تھا اس کے اعتبار سے اسے "مکہ" ہونا چاہیے تھا یا پیرس" اس پر وہ شرمندہ ہوئے اور بولے "سچی بات یہی ہے جو آپ کہتے ہیں لیکن واقعہ تو وہی ہے جو میں نے کہا۔"

اسلام کی اعلیٰ تعلیمات سے حد درجہ بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان کی گورنمنٹ پر جن لوگوں کا قبضہ رہا وہ حد درجہ عیاش۔ بدعمل۔ زر کے پجاری اور خود غرض تھے۔ ان کی وجہ سے ملک میں رشوت ستانی، ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکٹنگ، اسمگلنگ، سودخواری، دھوکہ دہی، فریب کاری، شراب خواری، عریانی و فحاشی، غرضیکہ وہ تمام اخلاقی خرابیاں بشدت و بکمال پیدا ہوئیں۔ جو ایک قوم کو تباہ و برباد کر دینے کا یقینی ذریعہ ہیں۔ انہیں اخلاقی منکرات میں اس کو بھی شامل کر لیجیے

کہ پاکستان میں مہاجر غیر مہاجر، سندھی، بلوچی اور بنگالی عصبیتوں کو فروغ دیا گیا۔ ایک نے دوسرے کو حقیر اور اپنے سے کمتر جانا۔ ہر شخص اپنا الو سیدھا کرنے کی فکر میں لگ گیا اور دوسروں کے لیے ملک اور قوم کے لیے اسے کیا کرنا چاہئے وہ ان سب فرائض و وظائف حیات سے غافل ہو گیا۔ کوئی بتائے کہ اگر پاکستان میں صحیح معنوں میں اسلامی نظام قائم ہوتا اور اس کے ماتحت ایک مضبوط۔ فعال اور طاقتور محکمۂ احتساب جس کو اصطلاح میں حسبہ کہتے ہیں وہ بھی موجود ہوتا تو کیا یہ صورت حال پھر بھی پیدا ہو سکتی تھی؟ ہرگز نہیں مشرقی بنگال کے عوام کو جو شکایات پیدا ہوئیں اگر وہاں سچ مچ اسلامی اخوت کا عمل دخل ہوتا تو کیا شکایات پھر بھی پیدا ہو سکتی تھیں۔ اگر وہاں اسلامی نظام ہوتا تو کیا وہاں جمہوریت قائم نہ ہوتی اور کیا وہاں کے عوام اور اقلیتیں سب کو حکومت پر اعتماد نہ ہوتا؟ کیا وہاں امیری اور غریبی میں اتنے فاصلے ہوتے جو اب نظر آتے ہیں؟ کیا وہاں ان اکیس یا بائیس خاندانوں کا وجود ہو سکتا تھا جنھوں نے پاکستان کی پوری معاشیات کو اپنے قبضہ میں لے رکھا تھا؟ کیا پاکستان میں اسلامی نظام ہوتا تو وہاں کا بڑا چھوٹا کوئی افسر یا حکومت کا ملازم کام چور۔ فرض ناشناس اور خائن ہو سکتا تھا؟ ہرگز نہیں!

اگر پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہوتا تو یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کا اتباع کرتے۔ آپ نے تیرہ برس کس خاموشی۔ تحمل و بردباری اور ایثار و قربانی سے پہلے اپنی تنظیم کی اور اپنے آرگنائزیشن کو مضبوط بنایا ہے اور پھر اس کے بعد جن بدبختوں نے ہجرت کے بعد بھی آپ کو چین نہیں لینے دیا ان کو للکارا اور ان سے جنگ کی ہے۔ اس کے برخلاف پاکستان نے پہلے دن سے ہی ہندوستان کے ساتھ دشمنی اور عناد کا دم بھرنا شروع کر دیا اور اپنی پوری سیاست و قومی تعمیر اور ملکی استحکام کی بنیاد اسی پر رکھ دی۔ اور جب کبھی عوام کی طرف سے کسی اصلاح کا مطالبہ ہوا۔ گورنمنٹ نے ہندوستان کے جارحانہ عزائم اور اس کی دشمنی کا سہارا لے کر ان کو خاموش کرا دیا۔ پھر ہندوستان کے خلاف دنیا بھر کے ملکوں میں گفتنی اور ناگفتنی کیا کیا باتیں نہیں کہی گئیں، جس کس قسم کا غلط سلط پروپیگنڈہ نہیں کیا گیا۔ ہندوستان نے اپنی طرف سے